

کوئی آزادی؟

ہر طرف شور ہے کہ جشن آزادی مبارک ہو۔ واث اسپ پرمبارک باد کے پیغامات کا تابع بندھا ہوا ہے۔ ٹی وی پر چودہ اگست کی نسبت سے پروگرام نشر کیے جا رہے ہیں۔ جن میں صرف اور صرف سطوت دکھائی دیتی ہے۔ وزیر اعظم نے رات کو ایک لکھی ہوئی تقریر دھیمی آواز میں پڑھی۔ لگتا ہے کہ نسرا کی بیماری ان کے جسم کو خیف کر چکی ہے۔ بہر حال وزراء اعظم اور صدور کی تقاریر تو گزشتہ چوہتر برس سے بالکل ایک جیسی ہیں۔ رتی برابر بھی فرق نہیں۔ صرف چہرے بدل جاتے ہیں۔ بلکہ اب تو شدید احساس ہے کہ چہرے تک نہیں بدلتے۔ صرف مہرے بدل جاتے ہیں۔ بہر حال خوشی کا دن تو ہے۔ مگر ماتم کا بھی، تجیری کا بھی اور سوچنے کا بھی۔ غور و فکر کا لفظ استعمال نہیں کرتا۔ کیونکہ مجموعی طور پر ہم غور و فکر کرنے کو معیوب سمجھتے ہیں۔ دلیل ہمیں گالی کی طرح چھتی ہے۔ اب تو سن بھل کر لکھنا پڑتا ہے کہ کوئی مذہبی یا سیاسی شدت پسند اگر ناراض ہو گیا تو وہ تو دن بیس روپے کی چھری ہی سے کسی کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ عدالتوں میں اتنی استطاعت نہیں کہ اسے یا اس جیسے شدت پسند طبقے کو سزا دے سکے۔ طالب علم کے طور پر میں بھی خوش ہوں کہ چلو قائد اعظم اور اس وقت کے طاقتوں ممالک نے ہمیں انگریزوں کی ظاہری غلامی سے آزاد کروادا۔ مگر یہ بھی تو سوچیے کہ چودہ اگست 1947ء کو گورے کی غلامی سے نکل کر ہم سیٹھوں، مذہب فروشوں، ادنیٰ سیاست دانوں اور طالع آزم حکمرانوں کے مسلسل غلام بن گئے۔ کیا آج کوئی کہہ سکتا ہے کہ پاکستان 2022ء میں واقعی آزاد ہے؟ کم از کم طالب علم کو تو کسی طور پر بھی کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا کہ واشگاف الفاظ میں کہہ سکوں کہ واقعی ہم آزاد قوم ہیں۔ اگر آپ کے پاس کوئی ٹھوں شہادت ہے تو انہیاں نے مکمل طور پر تبدیل کر لونگا۔ اور آج رات یعنی چودہ اگست کی رات کے جشن میں شامل ہو جاؤں گا۔

قاسم فرشتہ نے جو بر صیر کی دو ہزار سالہ تاریخ تحریر کی ہے۔ اس میں بادشاہوں، شہزادوں، حکمرانوں اور ان کی دولت کا بھرپور ذکر ہے۔ مگر اس کتاب میں تو ایک جگہ بھی عام آدمی کی صورت حال کو بہتر نہیں بتایا گیا۔ غربت، ڈاکہ زندگی، مار دھاڑ، لوٹ کھسوٹ تو بر صیر کے عوام کا ہزاروں برس سے مقدر ہے۔ اور آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ ہاں اب الفاظ بدل گئے ہیں۔ لوٹنے والے رہنماء جعلی و ووٹ حاصل کرنے کے بعد عوام سے وہی سلوک کرتے ہیں جو انگریزوں کے زمانے میں ”ٹھگوں کی تحریک“ میں کیا جاتا تھا۔ شاہد آپ کو اندازہ نہیں کہ یہ تحریک کتنی خوفناک تھی۔ سات قبیلوں کے افراد جن میں مسلمانوں کی اکثریت تھی، باقاعدہ فریب کر کے لوٹنے کو پیشہ بنا چکے تھے۔ رومال کے ذریعے مسافروں کے لگے گھوٹتے تھے اور مال و اسباب لوٹ کر فرار ہو جاتے تھے۔ یہ تو گورنر جزل لارڈ ولیم پینٹنگ کا کارنامہ تھا کہ اس نے ان خوفناک گروہوں کا قلع قلع کیا۔ یہ تمام ٹھگ حد درجہ مذہبی تھے۔ یہ تو گورنر جزل لارڈ ولیم پینٹنگ کا کارنامہ تھا کہ اس نے ان خوفناک گروہوں کا قلع قلع کیا۔

3266 ٹھگ گرفتار ہوئے اور کیفر کردار تک پہنچائے گئے۔ مگر وہ تو گورابا دشادختا۔ مگر آج یہ ٹھگ بھیں بدل کر ہمارے ہر شعبہ کو کنٹرول کر چکے ہیں۔

سوال ہے کہ کیا چوہتر برس میں ہم اپنا کوئی ایک قومی ریاستی، حکومتی ادارے کو مثالی بنا سکے ہیں۔ اس کا جواب ایک طاقت ور ”نا“، بلکہ لنگی ہے۔ کیا ہمارا ”نظام عدل“ درست کام کر رہا ہے۔ یہاں تو جیل میں ملزم کو پہنچانی لگ جاتی ہے۔ مگر ان کی اپیل سننے کی باری نہیں آتی۔ ہمارے قاضی تو عوام کے پیسوں سے خریدی ہوئی مہنگی ترین گاڑیوں کے علاوہ، معمولی کار پر سفر کرنا پسند نہیں کرتے۔ اسلامی اصول ہے کہ قاضی کے اٹاٹے عام لوگوں کے سامنے شیشے کی مانند پیش کئے جانے چاہیے۔ مگر کیا کوئی قاضی القضاۓ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ جناب آپ کے اٹاٹے کتنے ہیں۔ اگر کوئی نادان یہ سوال پوچھنے کی ہمت کر بھی لے تو اسے کم سے کم پاندھی سلاسل کر دیا جائے گا۔ ہاں باقی سن کر تو لگتا ہے کہ ملک میں ہر شخص کو عدل باہم رہا ہے۔ نظام عدل کسی بھی ریاست کی بنیاد ہوتا ہے۔ اگر بنیاد موجود ہی نہیں ہے تو پھر جشن آزادی کس بات کا۔ بلکہ دلیش کے ایک بچ کافرہ میرے جیسے انسان کو کھا چکا ہے۔ اس نے مذہبی دہشت گردوں کو سزا دیتے ہوئے اضافی فقرہ کہا، کہ یہ بلکہ دلیش کی عدالت ہے۔ پاکستان کی نہیں! ہماری جیلیں بے گناہوں سے اٹی پڑی ہیں۔ مگر کسی کے کان پر جوں نہیں رینگی۔ ہمارے عقوبات خانے چل ہی رشوت پر رہے ہیں۔ جو نیچے سے اوپر تک خاموشی سے تقسیم ہو جاتی ہے۔ ہمیں تو بتایا جاتا ہے کہ ہمارے عظیم مذہب میں قیدیوں کے بہت حقوق ہیں۔ ملکی قانون میں بھی یہی لکھا گیا ہے۔ مگر میں حقائق پر کھیے تو صرف اور صرف پیسے کا راج ہے۔ جیلوں کا ذکر اس لئے کر رہا ہوں کہ ہمارے سیاست دان عقوبات خانوں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں عام قیدیوں کی حالت بہتر بنانے کی معمولی سی بھی خواہش ہوتی، تو یہ بر اقتدار آ کرم از کم لو ہے کی سلاخوں میں بند انسانوں کے لئے چند انقلابی تبدیلیاں تو کر سکتے تھے۔ مگر نہیں۔ پورے ملک کے ہر نظام کی طرح، نظام عدل اور اس سے منسلک ادارے صرف اور صرف دکھاوے کے ہیں۔

آپ تو آزادی کا جشن منار ہے ہیں۔ مگر کیا آج کوئی بھی پاکستانی، پولیس کے ظلم سے محفوظ ہے۔ کیا ہمارے تھانے، لوگوں کے لئے سب سے غیر محفوظ مقام نہیں ہیں۔ کیا، تھانوں میں عوام سے سرعام پیسے نہیں لئے جاتے؟ کیا مجبوس لوگوں کو ”تیل میں بھیگے“ ہوئے چھتر سے توضع ختم ہو گئی ہے۔ جس طریقے سے پہلے پولیس، ریاستی تشدد کا نشان تھی۔ کیا آج بھی وہی حالت نہیں ہے۔ سچ یہی ہے کہ 1947ء سے لے کر آج تک ہم اپنے پولیس ڈیپارٹمنٹ کو درست خطوط پر نہیں لاسکے۔ تھانہ چکر بد لئے کے اعلانات سن کر اب تو ہنسی آتی ہے۔ بالکل یہی حالت، ریونیوڈیپارٹمنٹ کی ہے۔ چند اہم کار جائیداد کی فرد دینے کے لاکھوں روپے وصول کرنا اپنا جائز حق سمجھتے ہیں۔ عدالتوں میں پچاس فیصد سے زیادہ مقدمات، محکمہ مال کے جو نیز اور سینئر عمال کی لاپرواہی اور بد دیناتی کی بدولت جل رہے ہیں۔ مگر اس بگاڑ کو کیا ہم گزشتہ سات دہائیوں میں درست کر پائے ہیں۔

چلیے، مان لیا کہ آپ آزاد ہیں تو کیا صرف اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں کہ ہماری معيشت اتنی زبوں حالی کا شکار کیوں ہے۔ تو یہ کپڑے اور لٹھا بنا بنا کر ہم دنیا میں اپنی معاشی دھاک کیسے بٹھا سکتے ہیں۔ نجی شعبہ میں کرپش، سرکاری شعبے سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہر بارہ انسان جانتا ہے کہ نجی شعبہ قطعاً پورا ٹکیں دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ٹکیں نہ دینا مہذب ممالک میں قتل کے برابر جرم ہے۔ مگر ہمارے ہاں، ٹکیں کے ماہرین آپ کو ٹکیں نہ دینے کے بے شمار گرتا تھا۔ ایک ناکارہ نجی شعبہ جو سرکاری بیساکھیوں پر کھڑا ہے، وہ ملک کو بدحالی کے علاوہ کیا دے سکتا ہے۔ اس سوال کا بھی آزاد پاکستان میں کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ریاستی ادارے تجارت میں براہ راست ملوث ہیں۔ جو دنیا میں کسی جگہ نہیں ہوتا۔ مگر یہاں تو ہمیں سوال پوچھنے کی اجازت تک نہیں ہے۔

سوال آپ سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے ہے کہ ہمیں کیسا ملک بنادیا گیا ہے۔ کیا نغمے اور ترانے پیش کرنے سے ملک کی محبت کو دو بالا کیا جا سکتا ہے۔ ذرا سوچیے، کہ نئے ترانے اور نغموں سے عام آدمی سکھ کا سانس لے سکتا ہے؟ جناب، جب پورا نظام گل سڑھ گیا ہو۔ کوئی سیاستدان یا ادارے اس کو معمولی سا بہتر کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہیں۔ تو پھر یہ کام نئے قومی گانوں سے بہتر اور کون کر سکتا ہے۔ نہ تو ہم آزاد ہیں اور نہ ہی ہم اپنے آپ کو درست کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ تو حضور مجھے جاہل کو بھی سمجھا تجھے، کہ یہ کوئی آزادی ہے، جس کا اتنا جشن منایا جا رہا ہے؟